مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے

ابو محفوظ الکریم معصومی

قسط ۲

مصحف خاص :

مصحف کا خاص نسخہ جو حضرت عثمانؓ کے سامنے بوقت شہادت موجود تھا، اس کا سراغ تقریباً مسلسل و مربوط اطلاعات کے ذریعہ چوتھی صدی ہجری کے وسط تک ملتا ہے ہمارے علم میں اس نسخے کے متعلق قدیم ترین اطلاع عمرة بنت قیس العدویہ[1] کی ہے جو احمد بن محمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ (م ھ) کی سند سے "کتاب الزہد" میں درج ہے[2] عمرة العدویہ واقعۂ شہادت کے بعد ہی مدینہ پہنچی تھیں اور ان کو مصحف خاص کے دیکھنے کا موقع ملا تھا، روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"فرأینا مصحف الذی قتل وھو فی حجرہ، فکانت اول قطرة قطرت من دمه علیٰ ھٰذہ الایة : فسیکفیکھمُ اللهُ وھو السمیعُ العلیم ! قالت عمرة فما مات منھم رجل سویا "

خود آلِ عثمانؓ کا بیان بظاہر روایت مذکورہ کے خلاف، حجاج بن یوسف کے ایک ملازم

---

[1] دیکھئے تہذیب التہذیب ۱۲: ۴۴۰، رقم ۲۸۵۴؛ تقریب التہذیب ص ۶۶۲ طبع نولکشور لکھنؤ ۱۹۳۷

[2] کتاب الزہد ص ۱۲۷-۱۲۸، ام القریٰ ۱۳۵۷ھ

ثابت مولی سلمۃ بن عبد الملک کی زبانی منقول ہے کہ جس وقت حجاج کی طرف سے منقوط مصاحف کی اشاعت کی گئی ایک نسخہ مدینہ کے لئے بھی ارسال کیا گیا؛ حجاج کا مصحف دیکھ کر آل عثمانؓ کچھ بیزار ہوئے، اور ان سے کہا گیا کہ حضرت عثمانؓ کا مصحف نکال کر دیں تو اسی کی قراءت کی جائے، مگر آل عثمانؓ نے یہ جواب دیا کہ وہ نسخہ تو شہادت کے دن ہی تلف ہو گیا [1]

اس روایت کے الفاظ بتاتے ہیں کہ خود اہل مدینہ اس کے تلف ہو جانے کے قائل نہیں تھے، دوسرے واقعات و شواہد سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ طبقہ تبع تابعین میں سے خالد بن ایاس العدوی المدنی [2] جو مسجد نبوی کے مشہور پیش امام تھے انھوں نے مصحف خاص کی قراءت ایسی دقت نظر کے ساتھ کی تھی کہ آج تک مصحف خاص کی خصوصیتیں ان کے حوالے سے فن قراءت کی کتابوں میں [3] محفوظ ہیں؛ اس کے سوا ثابت مولی سلمہ کے بیان کا ناقل محرز بن ثابت آل عثمان کے جواب پر قناعت نہیں کرتا اور اپنی تحقیق کے بموجب یہ اطلاع دیتا ہے [4] کہ مصحف عثمان رضؓ خالد بن عمرو بن عثمان کے پاس محفوظ تھا [5]

اس سلسلے میں امام مالک کا قول نقل کیا جاتا ہے جس کا خلاصہ بس اتنا ہے کہ ان کو اپنے شیوخ سے اس نسخے کی بابت کسی طرح کی اطلاع نہیں پہنچی، اصل الفاظ بہ روایت [6] شاطبی (م ۵۹۰) یہ ہیں: "إن مصحف عثمان رضی اللہ عنہ تغیب فلم نجد لہ خبرا بین الأشیاخ"

---

[1] سمہودی: وفاء الوفا (ص ۴۸۱)

[2] خالد بن الیاس، او ایاس دیکھئے تہذیب التہذیب (۳: ۸۰) رقم: ۱۵۲ میزان الاعتدال (۱: ۲۹۵) رقم ۲۳۶۱ طبع مصر ۱۳۲۵ھ: ابن ابی داؤد: وخالد بن ابی إیاس ویقال ابی إیاس کتاب المصاحف ص ۴۲

[3] کتاب المصاحف ص ۴۷: جمیلۃ ارباب المراصد ورق ۱۴

[4] وفاء الوفا (۱: ۴۸۱)

[5] دیکھئے مصعب الزبیری: کتاب نسب قریش ص ۱۰۶، ابن قتیبہ، کتاب المعارف ص ۹۹

[6] وفاء الوفا (۱: ۴۸۱) یہ الفاظ شاطبی کی نظم وعقیلۃ اتراب القصائد کے مندرجہ ذیل ابیات سے ماخوذ ہیں:

وقال مالک القرآن یکتب بالکتاب الاول، لا مستحدثا سطرا
وقال مصحف عثمان تغیب لم نجد لہ بین أشیاخ الھدی خبرا

ان الفاظ کی حد تک یقیناً آل عثمانؓ کے دعوے کی تصدیق نہیں ہوتی : لیکن ابن ابی داؤد نے بہ روایت ابن وہب جو قول نقل کیا ہے وہ مذکورہ بالا الفاظ سے بالکل مختلف نظر آتا ہے :-

"قال سألت مالکاً عن مصحف عثمان رضی اللہ عنہ فقال لی ذھب"[1]

تاہم اس سے کوئی قطعی پہلو مصحف کے تلف ہو جانے کا نہیں نکلتا۔

بہرحال اس نسخے کا وجود جن مذکورہ بالا شواہد سے ثابت ہوتا ہے ان کی قوت میں شبہ نہیں، پھر تیسری صدی کے اوائل کے ایک مستند اور مشہور محقق ابو عبید القاسم بن سلام (۱۵۰ھ - ۲۲۳ھ) کا نسخۂ خاص عثمانی سے شرف اندوز ہونا اس مسئلہ کو طے کر دینے کے لیے کافی ہے۔ ابو عبید نے "کتاب القراءت" میں بیان کیا ہے[2] کہ حضرت عثمانؓ کا مصحف "امام" میں نے خود دیکھا ہے، بعض امراء کے خزانے میں محفوظ تھا اور میری فرمائش پر نکالا گیا تھا، یہ وہی نسخہ تھا جو شہادت کے موقع پر حضرت عثمانؓ کے سامنے تھا، اس میں کئی جگہ خلیفۂ شہید کے خون کے دھبے موجود تھے اور سب سے زیادہ نشانات سورۂ "والنجم" میں تھے[3]

ھم نہیں کہہ سکتے کہ ابو عبید نے کس امیر کے خزانے میں اس نسخۂ یگانہ کو دیکھا تھا، ان کے تعلقات خصوصی[4] جن امرائے دولت سے قائم تھے ان میں سے

---

[1] کتاب المصاحف ص ۳۵

[2] وفاء الوفا (۱: ۴۸۱) اصل ماخذ شاطبی کا قصیدہ ہے جس میں منقولہ بالا شعر کے بعد یہ اشعار ہیں

ابو عبید اُولوا بعض الخزائن لی ‏ ‏ ‏ استخرجوہ ما بصرت الدما اثرا

ورده ولد النخاس معتمدا ‏ ‏ ‏ ما قبله واباہ منصف انظرا

اذ لم یقل مالک لاحت مهالکه ‏ ‏ ‏ مالا یفوت فیرجی طال او قصرا

[3] سورہ والنجم کا ذکر سمہودی نے نہیں کیا ہے: جعبری کی شرح العقیلہ میں اس کی تصریح ہے۔

"ورایت آثار الدم فی مواضع منه واکثر ما رایته فی سورۃ والنجم" مخطوطہ: ورق ۱۵ الف

[4] دیکھئے: تاریخ بغداد (۱۲: ۴۱۲) رقم ۶۸۶۸، زبیدی: طبقات النحویین واللغویین ص ۲۱۷ (مصر ۱۹۵۴) ابن خلکان (۳: ۲۲۵) رقم: ۵۰۷، انباہ الرواۃ (۲: ۱۳) رقم: ۵۵۰ معجم الادباء (۱۶: ۲۰۵) السبکی: طبقات الشافعیۃ (۱: ۲۷۱)

طاہر بن الحسین (م ۲۰۷ھ) اور ثابت بن نصر بن مالک الخزاعی (م ۲۰۸ھ) مشہور شخصیتیں تھیں، ثابت بن نصر ۷ سال تک "ثغور الشام" کا والی رہا، ابو عبید بھی کم و بیش ۱۸ سال طرسوس کے عہدۂ قضا پر مامور رہا، اور بہت جلد معلوم ہو گا کہ زیر بحث نسخہ تیسری صدی کے اواخر تک "جند حمص" کے ایک شہر میں کسی طرح پہنچ کر عوام و خواص کے لئے مرکز توجہ بن گیا تھا! لہذا ہمارا اندازہ ہے کہ یہ نسخہ کہیں شام کے علاقے میں ابو عبید کی نظر سے گذرا ہو گا۔

تیسری صدی کے اواخر میں ابن قتیبہ دینوری (م ۲۷۶ھ) کے ذریعہ اطلاع ملتی ہے کہ قرآن کریم کا وہ نسخہ جو حضرت عثمانؓ کی گود میں تھا، خالد بن عثمان [1] کے پاس، پھر اس کی اولاد کے قبضے میں رہا، مگر ان لوگوں کی نسل منقطع ہو گئی اور مصحف کے بارے میں ابن قتیبہ کو مشائخ شام کی زبانی یہ اطلاع پہنچی کہ اب طرطوس میں موجود ہے۔ [2]

ابو عبید اور ابن قتیبہ جیسے بلند پایہ محققوں کے بعد چوتھی صدی کے دو مشہور جغرافیہ نویس

---

[1] دیکھئے نسب قریش ص ۱۱۹ مصعب بن ثابت نے خالد بن عمر بن عثمان کا ذکر کیا ہے اس اختلاف کا اثر نفس مسئلہ پر نہیں پڑتا نیز ابن قتیبہ کی تائید بلاذری سے ہوتی ہے لیکن بلاذری اور ابن قتیبہ کی یادداشتوں میں زبردست اختلاف یہ ہے کہ بلاذری کی صراحت کے مطابق خالد بن عثمان، حضرت عثمانؓ کی زندگی میں فوت ہوئے مگر مصحف خاص کے بارے میں اس کا بیان ہے کہ خالد بن عثمانؓ کے قبضہ میں تھا، اصل الفاظ یہ ہیں "واما خالد بن عثمان بن عفان، فتوفی فی خلافة أبيه، ركضه دابة فاصابه قطع، فهلك منه وله عقب وهو الذی يقال له الكبير، وكان مصحف عثمان الذی قتل وهو فی حجره عند ولده" انساب الاشراف (۵: ۱۱۶)
اس کے برعکس ابن قتیبہ کے الفاظ بھی اپنی جگہ صریح ہیں کہ خالد عثمان شہادتِ عثمانؓ کے بعد فوت ہوئے، ابن قتیبہ کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مصعب الزبیری نے حضرت عثمانؓ کے ورثہ میں خالد کو شمار کیا ہے۔ نسب قریش ص ۱۱۲

[2] یہ فقرہ کتاب المعارف میں نہیں ہے، ابن قتیبہ کی دوسری کتاب سے ماخوذ ہے۔

اصطخری اور ابن حوقل، انطرطوس (طرطوس) کے ذکر میں خصوصیت کے ساتھ اثری مصحف، کی نشاندھی کرتے ہیں[1]، اگرچہ اس دور میں ابوجعفر النحاس (م سنہ ۳۳۸ھ) نے امام مالک کے قول سے استنا د کرتے ہوئے مصحف خاص کے وجود سے انکار کر دیا تھا[2] مگر ان تمام شواہد کے ہوتے ہوئے امام مالک کے غیر صریح قول سے استدلال کرنا کسی طرح درست نہیں معلوم ہوتا، اور امام شاطبی نے اس بنا پر نحاس کے انکار کو غلط قرار دیا ہے[3]

جامع عتیق مصر کا نسخہ

چوتھی صدی کے تقریباً نصف میں مصحف شریف کا ایک نسخہ ایک عراقی تاجر کے ذریعہ مصر پہنچا[4] عراقی کا دعوی تھا کہ یہ نسخہ عباسی خلیفہ المقتدر (م سنہ ۳۲۰ھ) کے خزانے سے حاصل کیا گیا ہے اور یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف خاص ہے جس میں خون کے دھبے ہیں، یہ نسخہ عراقی تاجر کے ذریعہ مصری امیر عبداللہ بن شعیب کے قبضہ میں آیا، پھر ابوبکر محمد بن عبداللہ الخازن[5] (م سنہ ۴۰۷ھ تقریباً) نے اس کی حفاظت کا اہتمام کیا اور اسے ایک منقش صندوق میں رکھ کر فسطاط کی جامع عتیق میں محفوظ کر دیا، کچھ لوگ اس کے مصحف عثمانی ہونے کے منکر تھے کہ اس کی اصلیت تنہا عراقی تاجر نے بیان کی تھی، لیکن مصر کے ایک مورخ

---

[1] طرطوس کا ذکر جعبری نے "شرح العقیلہ" میں کیا ہے (ورق ۱۵۰ الف) اور اس کی صحت میں شک نہیں سمہودی کی "وفاء الوفا" میں "طوس" ہے (۱: ۴۸۲) یہ تصحیف قلمی نسخہ یا مطبع کی ہے جو محی الدین عبدالحمید کے ایڈیشن میں بھی قائم ہے وفاء الوفا (۲: ۶۶۹) طبع مصر ۱۹۵۴م)

[2] کتاب المسالک والممالک ص ۹۱، ابن حوقل ص ۱۱۷ (۱۸۷۲ء)، ابوالفداء: تقویم البلدان، ص ۲۲۹: (۱۸۴۰م) استرینج: بلاد فلسطین و شام، ص ۴۹۰ دکن ۱۹۳۲:

INCYCLOPADIE OF ISLAM IV.P.680

[3] سمہودی (۱: ۴۸۲) جعبری: شرح العقیلہ ورق ۱۵۰ الف نیز شاطبی کے ابیات مذکورہ

[4] المقریزی: الخطط (۴: ۱۹) طبع مصر ۱۳۲۶ ہجری الخطط التوفیقیہ (۴: ۷)

[5] الخطط (۴: ۱۱)

ابن المتوج (محمد بن عبدالوہاب م ۷۳۰ھ) نے اس انکار کو قبیلۂ "تجیب" اور اس کے حلیفوں کے تعصب کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ مصحف کے سرورق پر جو وقفیہ درج کیا گیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عراقی تاجر مسعود بن سعد نے خود ہی نسخے کو وقف کیا تھا اور جامع عتیق میں یہ مصحف یکم ذوالقعدہ ۳۴۷ھ کو رکھا گیا تھا، لیکن پوری تحریر میں نسخے کی تاریخی اہمیت پر کوئی روشنی ڈالی نہیں گئی ہے۔ علامہ مقریزی (م ۸۴۵ھ) کے حوالے سے پورا وقفیہ درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین، ھٰذا المصحف الجامع لکتاب اللہ جلّ ثناؤہ، وتقدّست أسماؤہٗ، حملہ المبارك مسعود بن سعد [بن سعید[1]] الھیتی، لجماعة المسلمین القرّاء القرآن التالین لہ، المتقرّبین إلی اللہ جلّ ذکرہ بقراءتہٗ، والمتعلمین لہٗ، لیکون محفوظاً أبداً مابقی ورقہ، ولم یذھب رسمہ[2] إبتغاء ثواب اللہ عزوجلّ، ورجاء غفرانہٗ، وجعلہ عدّة[3] لیوم فقرہ وفاقتہ وحاجتہ إلیہ أنالہ اللہ ذلك برأفتہ، وجعل ثوابہ بینہ وبین جماعة من نظر فیہ [و تبصر فی ورقہ، وقصد بأیداعہ[4]] فسطاط مصر فی المسجد الجامع جامع المسلمین العتیق لیحفظ حفظ مثلہ مع سائر مصاحف المسلمین فرحم اللہ من حفظہ ومن قرأ فیہ ومن عمل بہ[5] وکان ذالك فی یوم الثلاثاء مستھل ذی القعدة سنة سبع وأربعین وثلثمائة، وصلّی اللہ

---

[1] یہ اضافہ ایک قلمی نسخے سے کیا گیا ہے (نسخۂ مجمع ایشیاوی کلکتہ ۱۶۰، ۹۷ رقم ۸۵|۸۱) مقابلہ کیجئے مطبوعہ سے (۴ : ۱۹) مطبعۃ النیل القاہرۃ

[2] مطبوعہ : اسمہ

[3] مخطوطہ : "عمدة"

[4] دونوں فقرے اصل نسخے میں مٹے ہوئے تھے جیسا کہ ناقل کی تصریح ہے

[5] مطبوعہ : "عنی بہ"

علیٰ محمد سید المرسلین وعلیٰ آلہ وسلم تسلیماً کثیرا، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل"

جامع عتیق کے قدیم نسخہ "مصحف اسماء" [1] کے اوراق کثرت استعمال سے کمزور ہو رہے تھے، اس تازہ وارد نسخے کے بعد دونوں کی قرأت باری باری ہونے لگی، لیکن خلیفہ العزیز باللہ الفاطمی (م سنہ ۳۸۶) کے زمانے میں ۵ محرم ۳۷۸ھ سے اس کی قراءت بند کر دی گئی، ابن المتوج کی مندرجہ بالا عبارت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ نسخہ آٹھویں صدی ہجری کے اوائل تک غالباً الجامع العتیق ہی میں موجود رہا، بلکہ مقریزی کے سابق کلام سے واضح ہوتا ہے کہ خود اس نے اس مصحف کو دیکھا تھا۔

مدرسۂ فاضلیہ کا نسخہ

چھٹی صدی ہجری میں مصحف کا ایک بیش قیمت نسخہ القاضی الفاضل عبدالرحیم بیسانی (م ۵۹۶ھ) کو دستیاب ہوا۔ [2] اس کا خط قدیم کوفی تھا؛ القاضی الفاضل نے اس نسخے کو مصحف عثمانی ہونے کی بنا پر تیس پینتیس ہزار دینار میں حاصل کیا تھا، مدرسۂ فاضلیہ جسے ۵۸۰ ہجری میں قاضی موصوف نے قائم کیا اور جس کے کتب خانے کو اپنا قیمتی ذخیرۂ کتب بخش دیا تھا، اسی میں مصحف کا یہ قدیم نسخہ بڑے اہتمام سے محفوظ تھا، مقریزی کے عہد تک تقریباً کل نادر و منتخب کتابیں ختم ہو چکی تھیں، البتہ یہ مصحف اس وقت تک موجود تھا اور لوگوں میں اس کی شہرت مصحف عثمانی ہونے کی تھی، علامہ ابن الجزری [3] (م ۸۳۳ ہجری) اور آخر میں علامہ سمہودی (م ۹۱۱ ہجری) نے مصر میں جس مصحف عثمانی کو دیکھا تھا [4] ہمارے

---

[1] اس نسخے کی کہانی دلچسپ ہے عبدالعزیز بن مروان (م ۸۶ھ) نے اس کی کتابت کروائی تھی: تفصیل کے لئے دیکھئے المقریزی: الخطط (۴: ۷-۱۹)

[2] المقریزی: الخطط (۴: ۱۹۷) الخطط التوفیقیہ (۶: ۱۲)

[3] عبدالعظیم زرقانی: مناہل العرفان (۱: ۳۹۸)

[4] وفاء الوفا (۱: ۴۸۳)

ملے۔ تعین کرنا مشکل ہے کہ وُہ جامع عتیق کا نسخہ تھا، یا مدرسۂ فاضلیہ کا۔

اندلس اور بلادِ مغرب کا نسخُہ :

قرطبہ کی جامع مسجد میں ایک مصحف چھٹی صدی کے وسط تک موجود تھا جس کے متعلق مشہور تھا کہ حضرت عثمانؓ کے دستِ مبارک کا نوشتہ ہے، اس کی دلچسپ تفصیل "نفح الطیب" میں درج ہے۔ معلوم نہیں کس زمانے میں یہ نسخہ اندلس پہنچا، البتہ ابن خلدون رقم طراز ہیں کہ یہ مصحف بنوامیۂ اندلس کے خزانے میں تھا، اور مقری کا بیان ہے [1] کہ اس کی جگہ جامع اعظم قرطبہ میں منبر کے پاس مقرر تھی، اس کی جلد نہایت مرصع و زرنگار تھی، غلاف دیبا کا تھا اور رحل عود کی جس میں سنہری کیلیں تھیں

ابن خلدون نے اس کی پوری سرگذشت مختصر پیرائے میں یوں [2] لکھی ہے کہ یہ مصحف قرطبہ کے اموی خزانے سے ملوک الطوائف کے پاس پہنچا، پھر قبیلۂ لمتونہ کے رؤسا اس پر قابض ہوئے اور ان سے موحدین کے خزانے میں منتقل ہوا۔ صفر ۶۴۶ ہجری میں السعید علی بن المامون جب تلمسان کے قریب ناگہانی طور پر قتل کر دیا گیا، اور بنوعبدالواد اس کے خزائن پر ٹوٹ پڑے، تو السعید علی کے خزانۂ خاص کے ساتھ یہ مصحف بھی یغمراسن ابن زیان کے قبضہ میں آگیا۔ ۸۳۸ ہجری میں جب ابوالحسن المرینی کا قبضہ تلمسان پر قائم ہوا تو آل زیان کے خزانہ کے ضمن میں یہ مصحف بنومرین کو دستیاب ہوا اور ہنوز انہیں کے خزانے کی زینت ہے؛

ابن خلدون سے بالکل مختلف انداز میں ہیں خطیب ابن مرزوق [3] (م ۷۸۱ھ) کا یہ بیان ملتا ہے کہ ۱۱ر شوال ۵۵۲ھ کو ابن بشکوال (م ۵۷۸ھ) نے اہل قرطبہ سے چھپا کر

---

[1] المقری : نفح الطیب (۱ : ۹۵۶) مصر ۱۳۰۲ ہجری

[2] ابن خلدون : کتاب العبر (۷ : ۸۳)

[3] نفح الطیب (۱ : ۲۸۲) خطیب ابن مرزوق کا بیان مقری نے "کتاب المسند الصحیح الحسن فی مآثر مولانا ابی الحسن" سے نقل کیا ہے، اس کتاب کے نسخوں کے لئے دیکھئے

Brockelmann, Gal. II, 239; Suppl. II, 335-336

اس مصحف کو موحد سلطان عبد المؤمن بن علی کے پاس پہنچایا تھا، ہمارے نزدیک اس قصے میں ابن شکوال کا تذکرہ محل نظر ہے۔ اس لیے کہ مصحف کی منتقلی کے بارے میں جو تفصیل وزیر ابو بکر محمد بن عبد الملک بن طفیل کی زبانی منقول ہے اس میں نہ تو ابن شکوال پر الزام ہے اور نہ مصحف کو قرطبہ کے لوگوں سے چھپا کر منتقل کرنے کا ذکر، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرطبہ کے دو معزز امیر ابو سعید اور ابو یعقوب کے ہمراہ اہل قرطبہ نے اپنی رضامندی سے اس مصحف کو سلطان عبد المؤمن کے پاس بھیجا تھا، سلطان نے اس کے لیے بڑا اہتمام کیا، دُور دراز شہروں سے جوہری، نقاش، حکاک اور دُوسرے ماہرین صنعت طلب کیے گئے اور مصحف شریف کی آرائش و ترصیع سے لے کر جلد، غلاف، رحل اور صندوق تک کے بنوانے میں ایسا اہتمام کیا گیا جس کی تفصیل پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ابن رشید الفہری (م ۷۲۱ھ) نے ان تمام تفصیلات کو مستقل رسالے کی شکل میں قلمبند کر دیا تھا، پورا رسالہ مقری کی "نفح الطیب" میں درج ہے [1]

سُلطان عبد المؤمن اور بعد کے موحد سلاطین برابر مصر میں بھی اس کو ساتھ رکھتے تھے، مشہور مؤرخ عبد الواحد مراکشی بھی اس کی شہادت دیتا ہے کہ یہ مصحف موحد سلاطین کے ہمراہ سفر میں ایک سُرخ ناقہ پر تابوت کے اندر ہوتا تھا اس کی آرائش میں بے انتہا دولت صرف کی گئی تھی موحدین کے خزانے کا بے نظیر یاقوت "الحافر" جس کی قیمت کا اندازہ لگانے سے اس زمانے کے جوہری قاصر تھے، اسی مصحف میں جڑا ہوا تھا۔[2]

سلطان ابُو الحسن مرینی تک پہنچنے کی جو کیفیت ابن خلدون کی تحریر سے ظاہر ہے اس کی تصدیق ابن مرزوق کے بیان سے ہوتی ہے اور ایک نئی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جنگ طریف ۷۴۱ھ میں یہ مصحف ابو الحسن مرینی کے قبضے سے نکل کر پرتگالیوں کے قبضے میں چلا گیا

---

[1] نفح الطیب (۱: ۲۸۲-۲۸۸)

[2] عبد الواحد المراکشی: المعجب ص ۱۸۲ طبع لیدن ۱۸۸۱ء، مجموعہ اماری ص ۳۲۱ سنہ ۱۸۵۷ء

[3] ابن خلدون: کتاب العبر (۷: ۲۶۱)

تھا لیکن ابوالحسن کو اس کے حصول کی فکر رہی، بالآخر سلطان کی تدبیروں کارگر ہوئی کہ ۷۴۵ھ میں آزمورہ [1] کے ایک تاجر کے ذریعہ یہ متبرک نسخہ دوبارہ ابوالحسن مرینی کو حاصل ہوگیا۔

خطیب ابن مرزوق نے بلاد مشرق کی سیاحت میں دمشق، مکہ اور مدینہ کے عثمانی مصاحف کی زیارت کی تھی، لہٰذا ان کو اندلسی مصحف کے پرکھنے کا خاصہ موقع ملا، مگر افسوس یہ ہے کہ اُنھوں نے ان نسخوں سے مغربی نسخے کا موازنہ کرنے پر بھی کوئی مفصّل تبصرہ نہیں کیا۔ ان کی صراحت اسی قدر ملتی ہے کہ مدنی اور مغربی نسخوں میں خطی مماثلت ہے، اس کے بعد اُنھوں نے اس عامیانہ خیال کی تردید کی ہے کہ یہ نسخہ حضرت عثمان رض کا خود نوشتہ ہے، یہ خیال اندلس اور مغرب کی طرح مشرقی عوام میں بھی پھیلا ہوا تھا، چنانچہ ابن کثیر کو یہ صراحت کرنی پڑی [2] "ولیست کلہ بخط عثمان بل ولا واحد منھا"

ابن فضل اللہ العمری [3] نے مسجد قرطبہ کے ذکر میں ایک مصحف کا تذکرہ کیا ہے، جو قطعاً مذکورہ بالا نسخہ کے علاوہ تھا اس میں چار ورق حضرت عثمان رض کے خود نوشت مصحف کے تھے، یہ اوراق خون آلودہ تھے

جامع اموی (دمشق) کے نسخے:

شام میں دو نسخوں کا پتا چلتا ہے اور دونوں جامع بنی امیہ دمشق میں مختلف زمانوں میں محفوظ تھے ان میں قدیم تر نسخے کا سراغ ۵۰۷ھ سے ملتا ہے۔ ابن تغری بردی نے امیر مودود فرماں روائے موصل کے واقعۂ قتل کی تفصیل بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ امیر مودود دوران قیام دمشق ہر جمعہ کو مصحف عثمانی کی زیارت سے برکت اندوز ہوا کرتے تھے، بالآخر موقع سے فائدہ اُٹھا کر ایک باطنی نے انہیں قتل کر دیا [4]

---

[1] نفح الطیب میں "ازمور" ہے، تصحیح یاقوت سے کیگئی ہے دیکھئے معجم البلدان (۱: ۲۳۳) طبع بیروت

[2] البدایہ والنہایہ (۷: ۲۱۶)

[3] مسالک الابصار (۱: ۲۱۴) قاہرہ، ۱۹۲۴

[4] ابن جبیر: کتاب الرحلۃ ص ۲۶۸، طبع لندن، سنہ ۱۹۰۷ء

ایک دوسرے قدیم نسخے کی اطلاع مشہور سیاح ابن جبیر اندلسی (م ۶۱۴) کی زبانی ملتی ہے [۱] کہ "مقصورہ حدیثہ" مشرقی رکن میں اندرون محراب ایک بڑا مخزن ہے جس میں ایک مصحف حضرت عثمانؓ کے عہد کا محفوظ ہے، یہ وہی نسخہ ہے جسے حضرت عثمانؓ نے بلاد شام کے لئے ارسال فرمایا تھا، روزانہ بعد نماز خزانہ کھلتا ہے اور مصحف کی نمائش ہوتی ہے پھر ساتویں صدی کے وسط میں ایک مغربی فاضل ابوالقاسم تجیبی کی شہادت [۲] ملتی ہے کہ اُنھوں نے ۶۵۷ ہجری میں جامع اموی کے مقصورہ میں اس کو محفوظ پایا تھا، اسی نسخہ کی بابت ابن مرزوق اور ابن بطوطہ آٹھویں کے اوائل میں اپنا اپنا مشاہدہ [۳] بیان کرتے ہیں۔ ابن مرزوق نے ۷۳۵ ہجری میں اسے دیکھا تھا، ابن بطوطہ کی درج کردہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نمائش صرف جمعہ کے دن ہوتی تھی اور نماز جمعہ کے بعد خزانہ کھلتا تھا۔

ابن فضل اللہ العمری [۴] (م ۷۴۹ھ) نے اس نسخے کی نشاندہی کی ہے لیکن سب سے الگ ہو کر اس کو حضرت عثمانؓ کا نوشتہ قرار دیا ہے۔ علامہ شبلی اسی مصحف کے سلسلے میں "تہذیب الاخلاق" [۵] کے ایک مضمون میں رقم طراز ہیں کہ یہ مصحف میرے سفر قسطنطنیہ کے زمانہ تک دمشق میں موجود تھا، کئی برس ہوئے جب سلطان عبدالحمید خان کے زمانے میں جامع مسجد جل گئی تو یہ مصحف بھی جل گیا۔

واقعہ یہ ہے کہ سلطان عبدالحمید خان کے عہد تک یہ نسخہ باقی نہیں رہا تھا، زیادہ سے زیادہ تیمور کے حملہ تک اس کا وجود ثابت ہوتا ہے تیمور کی موجودگی میں (۸۰۳ھ) جامع اموی میں

---

[۱] اصل الفاظ یہ ہیں: "وتفتح الخزانة كل يوم اثر الصلاة" ابن جبیر ص ۲۶۸ یوم کے بعد ایک لفظ ساقط ہے: "كل يوم جمعة" ہونا چاہیے دیکھیے ابن بطوطہ: تحفۃ النظار (۱: ۵۴)

[۲] نفح الطیب (۱: ۲۸۳)

[۳] نفح الطیب (۱: ۲۸۳) ابن بطوطہ، تحفۃ النظار (۱: ۵۴) مصر سنہ ۱۹۳۸

[۴] مسالک الابصار (۱: ۱۹۵) طبع دارالکتب قاہرہ

[۵] بابت صفر ۱۳۲۹ھ صحف سماویہ ص ۱۳۷ سنہ ۱۹۱۹ء

چوتھی بار ایسی آگ لگی تھی کہ اس کی لپیٹ میں جامع مسجد کے قرب وجوار کی عمارتیں آگئیں، اس میں تمام مصاحف اور قیمتی ذخیرے [1] جل گئے تھے، خاص طور پر اس مصحف کے بارے میں کسی قسم کی صراحت نہیں ملتی تاہم اس کے بچ رہنے کا احتمال بہت ضعیف ہے، علامہ ابن الجزری نے اس مصحف کو دیکھا تھا [2] مگر ہمارا خیال یہ ہے کہ انھوں نے اس واقعہ سے پہلے دیکھا ہوگا۔

۱۳۱۰ھ میں بہ عہد سلطان عبدالحمید خان [3] پھر آگ لگی اور ایک قدیم مصحف بخط کوفی جل گیا، لوگ اس کو مصحف عثمان کہتے تھے۔ علامہ کرد علی کا بیان ہے کہ یہ مصحف بصری کی کسی پرانی مسجد سے لاکر رکھا گیا تھا، کب اور کس زمانے میں یہ نسخہ بصری سے یہاں منتقل کیا گیا اس پر کرد علی مرحوم نے روشنی نہیں ڈالی ہے۔ بہرحال یہ دوسرا نسخہ ہے جو جامع بنی امیہ کے خزانے میں محفوظ تھا۔

ھمیں نسخہ بصری کے بارہ میں ابن فضل اللہ العمری کے یہاں "مبرک الناقہ" کے ذکر میں یہ یادداشت ملتی ہے [4] "وفی ھذا الموضع مصحف شریف عثمانی وعلیہ اثر الدم" غالباً اسی نسخے کا تذکرہ علامہ کرد علی نے کیا ہے۔

---

[1] کرد علی: خطط الشام (۵: ۲۷۹) دیکھیے یزدی: ظفرنامہ ۲: ۳۳۹ کلکتہ، ۱۸۸۸ء مصاحف اور کتابوں کے جلنے کا ذکر یزدی نہیں کرتا۔

[2] زرقانی: مناہل العرفان (۱: ۲۹۸)

[3] شیخ ابن بدران (م ۱۳۴۶ھ) نے آتش زدگی کا واقعہ ۱۳۱۱ھ میں لکھا ہے۔ دیکھیے ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق (۱: ۲۰۴-۲۰۵) حاشیہ رقم ۱

[4] مسالک الابصار (ص ۲۱۶-۲۱۷)